قطعاتِ وفاتِ غالب

عبدالرؤف خاں (ایم۔ اے ہسٹری) اُودری کلاں (راج)

ڈاکٹر گیان چند جین صاحب نے اپنے کسی مقالے میں تحریر فرمایا تھا کہ "اردو ادب میں کام کرنے والوں کے لئے نئے موضوعات کا فقدان نہیں۔ ایک موضوع غالب کی وفات کے قطعاتِ تاریخ کو یکجا کرنا بھی ہے۔ لیکن جیسا کہ مولانا الطاف حسین حالی (م ۱۹۱۴) نے لکھا ہے کہ "اُن (غالب) کی وفات کی تاریخیں جو مدت تک ہندوستان کے اردو اخباروں میں چھپتی رہیں وہ گنتی اور شمار سے باہر ہیں"[1] اس لئے اس موضوع کا کما حقہ حق وہی اسکالر ادا کرسکتا ہے جو بلند ہمت اور وسائل سے بے نیاز ہو؟ اور جو ملک کے تحقیقی اداروں اور جامعات کے کتب خانوں تک سفر کر سکے ہیں۔ جہاں اُس عہد (۱۸۶۹ کی ۱۵ فروری کے بعد سے کم از کم دسمبر ۱۸۷۰ تک) کے اردو اخبارات کی فائلیں موجود ہیں۔ یہ کام کسی بھی ریسرچ اسکالر کے لئے سرمایۂ افتخار ثابت ہوگا۔ راقم دور افتادہ و بے بضاعت کی رسائی بڑے اداروں تک اب ممکن نہیں۔ تاہم میرے ذاتی محدود ذخیرے کی مدد سے وفاتِ غالب کے چند قطعات پیش کررہا ہوں۔ اگر کسی اسکالر کے کام آسکے۔ تو زہے نصیب۔

مرزا اسد اللہ خاں غالب المعروف بہ میرزا نوشہ، المخاطب بہ نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خاں

[1] یادگارِ غالب ص ۱۰۰ غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی ۱۹۸۶ء

بہادر نظام جنگ شب ہشتم ماہِ رجب ۱۲۱۲ ہجری معادل ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء کو شہر آگرہ میں پیدا ہوئے[۲] اپنی ولادت کا قطعہ سال کسی وقت خود ہی کہا۔

غالب چو زناسازیِ فرجام نصیب		ہم بیم عدو دارد و ہم ذوقِ حبیب
تاریخ ولادتِ من از عالم قدس		ہم "شورشِ شوق" آمد و ہم لفظ "غریب"[۳] ۱۲۱۲ھ

یعنی "شورشِ شوق" اور لفظ "غریب" سے مادے حاصل کئے۔ دوسری تاریخ ولادت اردو میں مزاحیہ طور پر کہی۔ صاحبِ عالم مارہروی صاحب سے غالب کی مراسلت رہتی تھی۔ ایک دفعہ عالم صاحب نے مرزا غالب سے پوچھا کہ آپ کی ولادت کس سنہ میں ہوئی، اور یہ بھی اطلاع دی کہ میری ولادت لفظ "تاریخ" سے نکلتی ہے، جس کے عدد ۱۲۱۱ ہوتے ہیں۔ مرزا نے جواب میں یہ شعر بھیجا:۔

ہاتفِ غیب سن کے یہ چیخا
ان کی تاریخ ہیرا "تاریخا" ۱۲۱۲ھ

۱۲۱۱

مرزا نے شاعری کی ابتدا ۱۸۰۷ء میں کی۔ شروع میں اسد تخلص اختیار کیا۔ مگر میر امانی اسد کا درج ذیل شعر سنکر:

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی		مرے شیر شاباش رحمت خدا کی[۴]

اپنا تخلص (اسد) کر دیا اور تقریباً ۱۸۱۶ء میں غالب تخلص رکھ لیا، پھر بھی کبھی اسد

---

۲ ایضاً ص ۹ نیز دیوانِ غالب کامل نسخہ گپتا رضا ص ۱۰۲ مرتبہ کالی داس گپتا رضا ساکار پبلشرز بمبئی ترمیم و اضافہ کے ساتھ ۱۵ فروری ۱۹۹۵ء

۳ کلیاتِ غالب فارسی ا: ۲۲۲۔ ۴ دیوانِ غالب نسخہ رضا ص ۵ بحوالہ مکاتیب الغالب

۵ سخنِ شعراء ص ۲۱ عبد الغفور نساخ

تخلص بھی روا رکھا۔ ۱۲۷۷ھ میں اپنی وفات کا قطعہ بھی خود ہی لکھا:

من کہ باشم کہ جاوداں باشم — چوں نظیری نہ ماند و طالب مُرد
در بہ پرسند درکدامیں سال — مرد غالب، بگوکہ "غالب مُرد"[۶] ۱۲۷۷ھ

(یعنی کیا ہستی ہے کہ ہمیشہ زندہ رہوں۔ جب بڑے بڑے نامی شاعر نظیری اور طالب باقی نہ رہے۔ اور اگر لوگ پوچھیں کہ غالب کس سال میں مر گیا (تو جواب دو کہ) "غالب مُرد" کے عدد نکال لو۔ یعنی ۱۲۷۷ھ) یہ قطعہ ۱۲۷۷ھ میں لکھا تھا مگر ۱۲۷۷ھ میں وفات نہ ہوئی تو اس بارے میں میر مہدی مجروح کو لکھتے ہیں، "میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا واقعی اس میں میری کسرِ شان تھی بعد رفعِ فساد ہوا سمجھ لیا جائے گا۔"[۷]

۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء میں کسی نے غالب کے انتقال کی افواہ اڑا دی۔ افواہ سنکر انکے نادیدہ شاگرد محمد حبیب اللہ ذکا حیدر آبادی سے رہا نہیں گیا اور انہوں نے ایک بہترین قطعۂ تاریخ (فارسی) سپردِ قرطاس کیا:

گزشت از جہاں آں جہانِ سخن — کہ می گفتمش عرفی و طالب است
خرد گفت سالش ریاضِ جناں
کراں تاکراں مسکنِ غالب است[۸] ۱۲۸۳ھ

(یعنی وہ جہانِ سخن جب اس جہاں سے گزر گیا، جس کو میں عرفی اور طالب کہتا ہوں۔

---

۶ اردوئے معلیٰ ص ۲۷۰ ناشر رام نرائن لال ارون کمار، الہ آباد ۱۹۹۰ء

۷ غالب کے خطوط مرتبہ خلیق انجم ۲/۵۳۰

۸ ماہنامہ آجکل نئی دہلی دسمبر ۱۹۹۱ء ص ۱۴۔

(یعنی عقل نے اُس کا سالِ وفات کا مادہ) "ریاضِ جناں" بتلایا جو اس کنارے سے اس کنارے تک غالب کا مسکن ہے) قطعہ کا حل ملاحظہ فرمایا جائے۔

یعنی "ریاضِ جناں" کے ایک کنارے (ر) سے دوسرے کنارے (ن) تک "غالب"
۲۰۰ ۵۰ ۱۰۳۳

کا مسکن ہے:- ۲۰۰+۵۰+۱۰۳۳ = ۱۲۸۳ھ - اس نوعیت کا دعائیہ قطعہ تاریخ گوئی کے لٹریچر میں شاید ہی مطالعہ میں آئے۔ اگرچہ اِس صنعت میں ستیح ستارہ گرد (۱۱۱۱ھ) کی بھی ایک تاریخ ملتی ہے، جو ذاکر کے ذہن میں ضرور رہی ہوگی۔ بہرحال یہ افواہ غلط ثابت ہوئی۔

۱۲۸۴ھ میں غالب کی سماعت کمزور ہوگئی تھی۔ سید آلِ محمد مارہروی نے اس واقعے کی بابت یہ قطعہ کہا:

کان بہرے میرزا نوشہ کے آہ   بیٹھے بیٹھے یک بیک کیونکر ہوئے

دوستو تاریخ اوس کی غیب سے

یوں سُنی میں نے کہ غالب کر ہوئے[9]   ۱۲۸۴ھ (کر بمعنی بہرا ہونا)

مورخ نے "ہوئے" کے (۳۱) عدد شمار کئے ہیں۔ غالب انتقال سے تین ماہ پیشتر مے نوشی سے تائب ہوگئے تھے۔ اس واقعے کی تاریخ خود کہی۔ قطعہ مبسوط ہے لہٰذا صرف تین شعر پیش ہیں:-

ہر شب بقدحِ بے نختمے بادۂ گلفام   آرے ز دوسی سال مرا قاعدہ ایں بود

در غرۂ شعبان چو زمن بادہ گرفتند   خود "غالب پژمردہ" نشانی ز سنیں بود

روشش بدر آرد از مہ شعبان کہ دریں جا

مقصودِ من از تخرجہ البتہ ہمیں بود   ۱۲۸۵ھ

[9] دیوانِ تواریخ ص ۱۶۴ مطبع نور الانوار آرہ ۱۲۹۹ھ

"غالب پژمردہ" مادہ ہے جس کے عدد ۱۲۹۱ ہوتے ہیں بخشش بدرسا "رد" کہتے ہوئے (۶) عدد کا تخرجہ کر کے مطلوبہ سال ۱۲۸۵ھ حاصل کیا گیا ہے۔ اس یگانۂ روزگار شاعر کی یہ آخری نگارش ہے۔

ذوالقعدہ ۱۲۸۵ھ / ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو یہ شہرۂ آفاق شاعر خدا کو پیارا ہوا۔ آہ غالب بمرد (۱۲۸۵ھ) مادہ ہے، جس پر بہت سے شعراء کو توارد ہوا۔ غالب کے شاگرد بال مکند بے صبر نے اس مادہ کو یوں منظوم کیا:

ہماں میرزا غالب اوستادِ من بجاں آفریں جاں چو آخر سپرد

بپرسیدم از دل سنِ رحلتش بنالید و گفتہ "آہ غالب بمرد" نہ ۱۲۸۵ھ

(آہ میرے استاد میرزا غالب نے آخر اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی (تب) میں نے دل سے ان کا سنہ رحلت پوچھا تو رو دیا اور کہا۔ آہ غالب مرگیا)

میر روز بر نور لکھنوی نے بھی اسی مادہ سے سال پیدا کیا۔

لئے سال آں شاعرِ بے نظیر فلک زد ندا" آہ غالب بمرد" ۱۲۸۵ھ

جناب محمد بخش فہم بدایونی نے فارسی میں یہ قطعہ کہا:

خزاں دیدہ شد گلشنِ نظم و نثر چو غالب ز باغِ جہاں رخت بُرد

نلہ غالب کا ایک مشتاق شاگرد بال مکند بے صبر (حیات اور انتخاب تصانیف) از کالی داس گپتا رضا ص ۱۲ و ۶۴ ساکار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ بمبئی ۱۹۹۲ء

لله تاریخ نمبر نگار جولائی ۱۹۶۳ء نیز تاریخ لطیف ص ۵۰

ے کلیات غالب (فارسی) مرتبہ امیر حسن نورانی ص ۲۰۶ ناشر راجہ رام کمار بکڈپو مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۹۶۸ء

ہاتفِ غیب از پئے سال بگفتا بن، آہ غالب بمرد[13]" ۱۲۸۵ھ

جب ۲ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ کو غالبؔ کی موت واقع ہوئی تو ذکاؔ حیدرآبادی نے اردو میں درج ذیل تاریخی قطعہ دس عدد کے تدخلے سے کہا:

میرے استادِ معنوی غالبؔ — جس کا ہر لفظ معنی اعجاز
وحدۂ لاشریک لہٗ کی قسم — ہر ایک فنِ سخن میں تھا بے نیاز
ایسی قسمت کہاں جو بیں کرتا — پردۂ چشمِ طرب با انداز
ہاں سنا ہے کہ اُس کے تھے کردار — جیسے گفتارِ حافظِ شیراز
کیا عجب ہے جو حرمتاً سے — بخش دے بھی کریم نکتہ نواز
ہند کا انوریؔ و سعدیؔ تھا — متفق اس پہ ہیں سخن پرداز
خود ہی فرما گیا ہے یہ مقطع — پیش بینی کا دیکھنا انداز
"اسداللہ خاں تمام ہوا" ۱۲۷۵ — وادریغا وہ رندِ شاہد"باز" (۱۰)
پہلے مصرع سے تا بہ آخر شعر — سالِ تاریخ کا ہے جلوہ طراز

غیب دانی صفت خدا کی ہے
اک عدد کی کمی میں تھا یہ راز[14] ۱۲۸۵ھ

مادہ آٹھویں شعر یعنی مقطعِ غالبؔ کا پہلا مصرع ہے، جس کی کل قیمت ۱۲۷۵ ہوتی ہے لیکن نویں مصرع کی رو سے مقطع کے آخری لفظ "باز" کے دس عدد کا تدخلہ کرتے ہوئے

---

[13] تاریخ گویانِ بدایوں از ڈاکٹر صداقت اللہ خاں ص ۱۰۱ مطبوعہ ۱۹۹۵ء اور

[14] ماہنامہ آج کل نئی دہلی دسمبر ۱۹۹۱ء صفحہ ۱۴۔

۱۲۸۵ھ حاصل کئے گئے ہیں۔ قاری "اک عدد کی کمی ..... الخ سے کسی وہم میں مبتلا نہ ہو کہ پھر "تدخلہ" "باز" کے دس عدد کا کیوں کیا گیا۔ دراصل یہاں "اک" (ایک) سے مراد صرف "واحد" نہیں بلکہ ہر ایک عدد خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اپنے آپ میں ایک عدد ہی ہوتا ہے تاریخ گو "دس عدد کی کمی تھا یہ راز" بھی کہہ سکتا تھا لیکن اس سے نہ صرف شعر بلکہ مکمل قطعہ کا حسن ختم ہو کر رہ جاتا اس لئے "اک عدد کی کمی کہا" "عدد" میں جو نزاکت ہے وہ دس عدد میں نہیں۔ اس سے تاریخ بے مزہ ہو کر رہ جاتی۔

خواجہ الطاف حسین حالیؔ نے غالبؔ کی رحلت پر نہایت پُر اثر مرثیہ کہا، جس میں غالبؔ ہی کے ایک مشہور مصرع سے تاریخ برآمد کی:

غالبؔ نے جبکہ روضۂ رضواں کی راہ لی ؛ ہر لب پہ آہِ سرد تھی ہر دل میں درد تھا
اُس دن کچھ اہلِ شہر کی افسردگی نہ پوچھ ؛ دنیا سے دل ہر اپنے پرائے کا سرد تھا
حالیؔ کہ جسکو دعویٔ تمکین و ضبط ہے ؛ دیکھا تو دل پہ ہاتھ تھا اور رنگ زرد تھا
تھا گو وہ اک سخنورِ ہندوستاں نژاد ؛ عرفیؔ و انوریؔ کا مگر ہم نبرد تھا
اس قافلہ میں آکے ملا گو وہ سب کے بعد ؛ اگلوں کے ساتھ ساتھ مگر وہ نورد تھا
ہم اور صبح و شام یہ اندوہِ جاں گزا ؛ دل تھا کہ فکرِ سال میں بیصرفہ گرد تھا
ناگاہ دی یہ غالبؔ مرحوم نے صدا ؛ سچ ہے کہ خواجہ رہنمائی میں فرد تھا

تاریخ ہم نکال چکے پڑھ بغیر فکر ۱۵۱۱
"حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا" ۲۷۹۶ = ۱۲۸۵ھ [۱۴]

یہ تاریخ غالب مرحوم ہی کی غزل کے ایک مصرعہ سے نکالی گئی ہے۔ ان کی غزل کا مقطع ہے:

یہ لاش بے کفن اسدؔ خستہ تن کی ہے ؛ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

---

[۱۴] دیوان حالی ص ۱۸۰ مطبع انوار المطابع لکھنؤ ۱۹۲۲ء

مصرعِ اخیر کے اعداد ۲۷۹۶ ہوتے ہیں جب ان میں سے لفظ "تاریخ" کے (۱۲۱۱) عدد ساقط کریں جس کا قرینہ "نکال چکے" میں اور "فکر" کے (۳۰۰) عدد کا اخراج کریں جس کی وضاحت "پڑھ بغیر" میں موجود ہے، تو ان کا میزان (۱۲۱۱+۳۰۰) ۱۵۱۱ ہوا۔ اسے ۲۷۹۶ میں سے خارج کیا تو ۱۲۸۵ باقی رہے اور یہی غالب کا سال وفات ہے تاریخ کی مختصر صورت یہ ہوئی ۲۷۹۶-(۱۲۱۱+۳۰۰) = ۱۲۸۵ھ۔

بال مکند بے صبر نے اپنے استاد کی وفات پر دوسرا قطعہ بزبانِ اردو کہہ کر نذرانۂ عقیدت پیش کیا، جو چار اشعار پر مشتمل بہترین شخصی مرثیہ ہے:

اسد اللہ خاں وہ غالب آہ ۔۔۔ جس سے اہل کلام تھے مغلوب
جب سدھارے بسوئے خلد بریں ۔۔۔ سخن اُن کے اَلَم میں سینہ کوب
اُس بہر سخن کے اختر کا ۔۔۔ مجھکو سالِ غروب تھا مطلوب

کہا عیسیٰ نے از سرِ حسرت
"ہوا آفتابِ ہند غروب"[۱۵] ۱۸۶۹ء ۱۸۶۹ء

منشی دیبی پرشاد سحر بدایونی نے اردو میں دو قطعاتِ تاریخ کہے:

مر گیا غالب جو لاثانی تھا ہند میں ۔۔۔ لے گیا دنیا سے دل سے حسرتیں کیا کیا دریغ

فکر میں اے سحر میں بیٹھا ہوا تھا ناگہاں

یہ ندا آئی فلک سے: ولے واویلا دریغ[۱۶] ۱۲۸۵ھ

سحر کے دوسرے قطعے کا ہمیں صرف شعرِ تاریخ شعر ہی دستیاب ہو سکا۔ یہ قطعہ تین

---

[۱۵] غالب کا ایک مشتاق شاگرد۔ بال مکند بے صبر ص ص ۱۲ و ۴۶

[۱۶] تاریخ گویانِ بدایوں ص ۴۳

شعر پر مشتمل ہے۔

ہے تحریر مصرع مرے لب پہ جاری "دنیا سے آج چل دیا غالب بھی"[17] ۱۲۳۰ (کذا)

اس تاریخ کا مادہ مسخ ہے۔ درست صورت یہ ہونی چاہیئے:

"دنیا سے آج چل بسا غالب بھی" ۱۲۸۵ھ

سید آلِ محمد مارہروی نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ اردو میں یوں کہا:

جنابِ میرزا نوشہ صد افسوس ہوئے دارِ فنا سے رہگرا آج

لکھو اے آلِ محمد سالِ منقوط

کہ "رشکِ حافظ و طالب مرا آج"[18] ۱۲۸۵ھ

مذکورہ مادہ صنعتِ معجمہ میں ہے جس کے حروف منقوط یہ ہیں: "ش، ف، ظ، ب ج" ان حرفوں کے اعداد کا میزان ۱۲۸۵ ہوتا ہے، اور مورخ کو یہی ہجری سنہ مطلوب تھا۔

دیوانِ غالب کا پانچواں ایڈیشن مطبع مفیدِ عام آگرہ سے ۱۲۸۵ھ میں وفاتِ غالب کے فوری بعد شائع ہوا۔ سالک نے دونوں واقعات کی بہت خوبصورت اتفاقی تاریخ کہی:

ہے یہی سالِ طبع سالِ وفات "آج اون کا سخن تمام ہوا"[19] ۱۲۸۵ھ

سالک صاحب نے معلوم نہیں کس دریائے غم میں غوطہ زن ہوکر مادہ کہا تھا کہ جس کے ہر ایک حرف سے ہزار ہا حسرتیں برس رہی ہیں۔ آج اون کا سخن تمام ہوا۔!!! ذرا دھیمے لہجے میں پڑھا جائے: آج!! اون!! کا۔۔۔۔!!!

---

[17] تاریخِ لطیف ص ۹۴

[18] دیوانِ تواریخ ص ۳۹ مطبع نور الانوار آرہ ۱۲۹۹ھ

[19] ماہنامہ نیا دور نصف صدی نمبر (لکھنؤ) بابت مارچ تا مئی ۱۹۹۶ء صفحہ ۳۷۔

سالک صاحب نے معلوم نہیں کس دریائے غم میں غوطہ زن ہو کر مادہ کہا تھا کہ جس کے ہر ایک حرف سے ہزار ہا حسرتیں برس رہی ہیں۔ آج اودن کا سخن تمام ہوا۔!!! ذرا دھیمے لہجے میں پڑھا جائے: آج !!! اودن !! کا ۔ ۔ ۔ !!!

جناب سید مسعود حسن مسعود صاحب نے ہجری و عیسوی سنہ میں دو قطعات لکھے ہیں:

نامور نکتہ رس خدائے سخن　　　شاعر باوقار مصدرِ علم

کہدو مسعود سال ہجری میں
ہوئی تاریخ "موت" مظہر علم" ۱۲۸۵ھ

دوسرا قطعہ یہ ہے:

چل بسے آج میرزا غالب　　　چھا گیا ملک پر وبالِ غم
موت کا انکی سانحہ تھا عظیم　　　اک جہاں کو ہوا کمالِ غم

ہے یہ مسعود عیسوی سن میں
"محترم نیک ذات "سالِ غم ۱۸۶۹ء

مذکورہ دونوں قطعات بہت بعد میں کہے گئے ہیں جو بے نمک اور عمومی نوعیت کے حامل ہیں۔

سید محمد علی جویا مرادآبادی نے بزیادتِ یک عدد مندرجہ ذیل قطعہ کہا جو نالی اور ناقص الاعداد مادہ کا حامل ہے:

حادثہ وہ ہوا ہے غالب کا　　　جس سے مغموم خاص و عام ہوئے

---

۲۰ عندلیبِ تواریخ ص ۱۱۳، ادارہ انیسِ اردو الہ آباد ۱۹۶۳ء

۲۱ حوالہ سابق ص ص ۱۴ - ۱۱۳

پس غالب یہ سال ہاتھ آیا[۲۲]

"اسد اللہ خاں تمام ہوئے" ۱۲۸۴ = ۱۲۸۶ھ

"پس غالب" سے مراد یہاں "غالب" کا آخری حرف بائے موحدہ ہے جس کے دو عدد شامل اعدادِ مادہ کیے ہیں۔ جبکہ معنی قریب یہ ہیں کہ غالب کی رحلت کے بعد یہ تاریخ ہاتھ آئی۔ باقی دو قطعات بزبانِ فارسی ہیں[۲۳] اور دونوں ۱۲۸۶ھ کے مخبر۔

نواب نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی نے دو اشعار پر مشتمل قطعہ موزوں کیا جس کا تاریخی بیت ہے:۔

کہا ہاتف نے ہوشؔ اب ہوئے[۲۴]
"اسد بیشۂ سخن سنجی" ۱۲۸۵ھ

جوؔیا کا فارسی زبان میں کہا ہوا ایک قطعہ یہ ہے:۔

غالب چوں ازیں جہانِ گذراں — شد داخلِ خلد ہر ملک گفت
تاریخ وفاتِ اوز جوؔیا
"تاج سرِ شاعراں" فلک گفت[۲۴] ۱۲۸۶ھ

(غالبؔ جب اس جہاں فانی سے گئے تو ہر ایک فرشتے نے کہا کہ وہ داخل خلد ہو گئے، اور جوؔیا سے فلک نے ان کی تاریخ وفات "تاج سر شاعراں" یعنی شاعروں کے سر کا تاج کہی۔)

جوؔیا کی تاریخیں لگ بھگ دو ماہ کے تفاوت سے ہیں:

سید محمد علی جوؔیا نے فارسی کے دوسرے قطعہ میں غالبؔ، شیفتہ، مظفر خاں گرم اور رجب علی بیگ سرورؔ کے انتقال پر کہا جو گویا صنعتِ اتفاق میں بطرزِ معما ہے، جسے ہم یہاں حرف

۲۲ خیابانِ تاریخ (سرودِ غیبی) ص ۸۲ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۲ھ

۲۳ تاریخ لطیف ص ۵۰

۲۴ خیابانِ تاریخ ص ۵۱

غالب کے سبب لکھتے ہیں:

چونکہ سال زگیتی رفتند — غالب و شیفتہ و گرم و سرور
آں ہمہ در ہمہ اصناف سخن — چوں سخن در ہمہ گیتی مشہور
سال تاریخ اگر می خواہی — بہر ایں چار حریف مسطور
اول و اوسط و ثانی و سوم — گیر ازیں ہر ہمہ نام مغفور

باز ترکیب بدہ تا بشنوی
مژدۂ مغفرت شاں "ز غفور" ۱۲۸۶ھ

جویا نے چوتھے شعر میں وضاحت کر دی ہے کہ ان چاروں شعراء کے تخلص کے حرفِ اول یعنی غالب کے "غ" شیفتہ کے تخلص کے حرف درمیانی (اوسط) یعنی "ف" گرم کے تخلص کے حرفِ ثانی یعنی "ر" اور سرور کے تخلص کے حرف سوم یعنی "و" کو ترتیب دے کر مادہ بنایا جائے تو وہ لفظ "غفور" ہوگا۔ جس کے عدد ۱۲۸۶ ہوتے ہیں۔ لیکن سرور کے علاوہ شیفتہ کا سالِ وفات صحیح طور پر معلوم نہیں باقی گرم و غالب کے سالِ وفات ۱۲۸۵ھ ہیں۔

اِس "رشکِ جامی و ثانی سعدی" کی رحلت پر سید آلِ محمد مارہروی نے درج ذیل تاریخی مرثیہ کہا:

حیف رفت آنکہ از کلامش بود — آشکارا معانی سعدی
درمیا دینِ نظم و نثرش داد — طالعش ہمنانی سعدی
ہر کہ دیوانِ او مطالعہ کرد — یافت شیریں بیانی سعدی
بود در ہند بعدِ مرگِ حزیں — حق او ہمز بانِ سعدی

خیابانِ تاریخ ص ۲۱

ابر نیسان کلکِ دُر سلکش! داشت گوہر فشانیِ سعدی
سعدی ار زندہ بودی او بسخن ساختی میزبانیِ سعدی
صحبتِ پُر افادتش دادی یادِ از نکتہ دانیِ سعدی
مستمع را ز خواندنِ شعرش لذتِ شعر خوانیِ سعدی
از جواں فکریش تقابل داشت پیریش با جوانیِ سعدی
بود ذاتِ بلاغت آیاتش در زمانہ نشانیِ سعدی

گفت آلِ محمد ش: تاریخ

"رشکِ جامی و ثانیِ سعدی"[۲۶] ۱۲۸۵ھ

سید آلِ محمد صاحب ہی کا دو اشعار کا ایک دوسرا قطعہ ہے جو عیسوی سنہ میں برآمد کیا ہے:

غالب کہ بشعرِ فارسی در عہدش لفاظِ او بود و صفنائش لافظ (کذا)

تاریخِ مسیحی پئے سالِ نقلش

از آلِ محمد است: "فخرِ حافظ"[۲۷] ۱۸۶۹ء

ڈپٹی غفور نساخ کے قطعہ کا تاریخی شعر ہے:

نساخ من کہ جستم تاریخ انتقالش گفتا سروشِ غیبی "بعین الکمال غالب"[۲۸] ۱۲۸۵ھ

مفتی محمد غلام سرور لاہوری نے جو یا کی طرح غالب کی وفات کے قطعہ کا مادہ ایک عدد کی زیادتی سے برآمد کیا ہے:

چوں غالب شہنشاہِ ملکِ سخن ز دنیا ببامِ فلک خیمہ زد

---

[۲۶] گنجینۂ سروری (گنجِ تاریخ) ص ۲۱۷ مطبع نامی نولکشور لکھنؤ ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء

[۲۷] دیوانِ تواریخ ص ص ۱۷۰-۱۷۱ و ص ۸۵

[۲۸] تاریخ لطیف ص ۵۰۔

رقم کرد سرور بتاریخ او

کہ "رفت از جہاں گنج عرفاں اسد" ۱۲۸۶ھ

شاہ غلام یحییٰ عظیم آبادی (م ۱۳۰۲ھ) نے ذیل کا مرثیہ نظم کیا:

مرزا نوشہ جناب غالب　　در فنِ سخنوری یگانہ

از اہلِ سخن ربود دلہا　　در شعر بطرزِ جاودانہ

کیفیتِ نثرِ او چگویم　　دارد اندازِ دلبرانہ

باشد بکلام او عجب لطف　　معشوقانہ و عاشقانہ

از کشورِ ہند تا بفارس　　زد کوس کمالِ خسروانہ

در وجد آرد قلوبِ پاکاں　　نوش در قالبِ ترانہ

مستانہ کلام او ببخشد　　کیف و شکرِ مئے شبانہ

ایں اشعارم بمدحتِ او　　بود گفتارِ شاعرانہ

ہر آنچہ کہ گفتہ ایم یاراں　　باشد قولِ محققانہ

بگذاشتہ خاکِ پاک دہلی　　در شوقِ بہشتِ جاودانہ

سالِ آں بے نظیر یحییٰ

گو "بود نظیری زمانہ"[۲۹] ۱۲۸۵ھ

ولہ

غالب نام آور کہ گرفتی　　از قلم خود کارِ سیف

رحلت کرد و سالش گفتم

"حیف جناب غالب حیف"[۳۰] ۱۲۸۵ھ

۲۹ کنز تواریخ ص ص ۲-۳۱ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ ۱۹۸۲ء

۳۰ حوالۂ سابق ص ۳۲۔

حاتم علی مہر کے قطعہ کا حامل تاریخ شعر ہے:-

گفت ہاتف پئے تاریخ اے مہر — "بجناں غالب نامی آمد"[31] ۱۲۸۵ھ

سید آل محمد بلگرامی ثم مارہروی نے صنعت زبر و بینہ میں بڑا عمدہ قطعہ کہا جو اتفاقی ہے:-

سہ شاعر را زوال آمد بہ یک سالی — کہ ہندا ز شعر شاں چوں اصفہاں بود
یکے آں غالب استادِ لسانین — کہ او خود پیر و شعر او جواں بود
دوم زانہا سرور استاذ اردو — کہ شعر او سرور افزائے جاں بود
سوم شاعر خلیل مرثیہ گو — کہ در ملکِ سخن صاحب قراں بود
ہمہ عالم، ز فوت ایں سہ شاعر — پُراز فریاد از شور و فغاں بود
زُبُر با بینہ از بہرِ تاریخ — فراہم شد "زوالِ شاعراں بود" ۱۲۷۳
ولیکن با زُبُر با بینہ ہم — سر حزن و بکا شامل باآں بود ۱۲ ۱۲۸۵ء

(یعنی تین شاعروں پر ایک ہی سال میں زوال آیا مراد وفات ہوئی، جو کہ اپنے اشعار سے ہندوستان کو اصفہان کی مانند بنائے ہوئے تھے۔ اُن میں ایک غالب تھے جو فارسی و اردو کے استاد تھے، جو اگرچہ خود پیر تھے مگر ان کی شاعری جوان۔ ان میں سے دوسرے رجب علی بیگ سرور استادِ اردو تھے جنکے اشعار کا سرور جاں فزا تھا تیسرے شاعر مرثیہ گو ے خلیل تھے جو اقلیم سخن کے صاحبقراں تھے۔ اِن تینوں شاعروں کی وفات سے تمام عالم فریاد اور شور و فغاں سے پُر ہوگیا۔ مجھے برائے سالِ صنعتِ زبر و بینہ میں مادہ "زوالِ شاعراں بود" (شاعروں کا زوال تھا) فراہم ہوا لیکن زبر و بینہ ہی میں سر حزن و بکا (ح، ب) شامل مادہ کرنے پر)

---

[31] دیوانِ تواریخ ص ۵۱

مذکورہ تاریخ میں زیر و بینہ کے التزام کے سبب مطلوبہ سنہ برآمد کرنے کا معاملہ ذرا پیچیدہ ہوگیا ہے۔ اس لئے ذیل کی سطروں میں اس کا حل پیش ہے:

زوالِ شاعراں بود + ح ب

ح ب	بود	شاعراں	زوال	
حا با	با واو دل	شین الف عین لا الف نون	واو الف لام	زیر و بینہ: نوا

اعداد ۸+۱۳+۱۱۱+۷۱ (۳۴۳) + ۶۰+۳۶۰+۱۱۱+۱۳۰+۲۰۱+۱۱۱+۲۶+۲۰ (۲۱۹) ۲۴+۳۱۲+۳۵ (۵۱) ۲+۱ = (۱۲)

کل میزان: ۱۲۸۵ھ۔

۵۳-۱۹۵۲ء میں حکومتِ ہند نے غالب کا مزار تعمیر کروایا۔ ابوالفصاحت حضرت جوش ملسیانی نے قطعۂ تاریخ تعمیر کہا جس کے پہلے شعر کے پہلے مصرع میں غالب کا سالِ وفات بھی پوری طور پر برآمد کیا ہے:-

وہ تھا بارہ سو پچاسی ہجری — جب ہوا دفن یہ شیریں گفتار

کی حکومت نے بھی قدر افزائی — مقبرہ کر دیا اس کا تیار

سالِ تاریخ یہ لکھ دے اے جوش

"آئیے دیکھئے غالب کا مزار"[32] ۱۳۷۲ھ

اس رشکِ طالب و عرفی و حافظ و سعدی و جامی کے مزار واقع دہلی میں انکے چہیتے شاگرد میر مہدی مجروح کا یہ حسرت اندوز قطعہ کندہ ہے۔

کل حسرت و افسوس میں ہیں بادلِ محزوں

تھا تربتِ استاد پہ بیٹھا ہوا غمناک

۳۲۔ مکتوباتِ جوش ملسیانی بنام رضا از کالیداس گپتا رضا ص ۹۹ حاشیہ نمبر ۱ اول پبلیکیشنز بمبئی اگست ۱۹۷۷ء بار اول

حاتم علی مہرؔ کے قطعہ کا حامل تاریخ شعر ہے:-

گفت ہاتف پئے تاریخ اے مہرؔ "بجناں غالبؔ نامی آمد"[31] ۱۲۸۵ھ

سید آل محمد بلگرامی ثم مارہروی نے صنعت زبر و بینہ میں بڑا عمدہ قطعہ کہا جو اتفاقی ہے:-

سہ شاعر را زوال آمد بہ یک سالی — کہ ہند از شعر شاں چوں اصفہاں بود
یکے آں غالبؔ استادِ لسانین — کہ او خود پیر و شعر او جواں بود
دوم زانہا سرورؔ استادِ اردو — کہ شعر او سُرور افزائے جاں بود
سوم شاعر خلیلؔ مرثیہ گو — کہ در ملکِ سخن صاحب قِراں بود
ہمہ عالم، ز فوتِ ایں سہ شاعر — پُراز فریاد از شور و فغاں بود
زُبُر با بینہ از بہرِ تاریخ — فراہم شد "زوالِ شاعراں بود" ۱۲۷۳+
ولیکن با زُبُر با بینہ ہم — سر حزن و بکا شامل باآں بود ۱۲=۱۲۸۵ھ

(یعنی تین شاعروں پر ایک ہی سال میں زوال آیا مراد وفات ہوئی، جو کہ اپنے = اشعار سے ہندوستان کو اصفہان کی مانند بنائے ہوئے تھے۔ اُن میں ایک غالبؔ تھے جو فارسی و اردو کے استاد تھے، جو اگرچہ خود پیر تھے مگر ان کی شاعری جوان۔ ان میں سے دوسرے رجب علی بیگ سُرورؔ استادِ اردو تھے جنکے اشعار کا سُرور جاں فزا تھا۔ تیسرے شاعر مرثیہ گوئے خلیلؔ تھے جو اقلیم سخن کے صاحبقراں تھے۔ ان تینوں شاعروں کی وفات سے تمام عالم فریاد اور شور و فغاں سے پُر ہو گیا۔ مجھے برائے سال صنعتِ زبر و بینہ میں مادہ "زوالِ شاعراں بود" (شاعرو کا زوال تھا) فراہم ہوا لیکن زبر و بینہ ہی میں سر حزن و بکا (ح، ب) شامل مادہ کرنے پر)

[31] دیوانِ تواریخ ص ۵۱